اسلامی ریاست کے قیام میں امام اعظم کا کردار ایک تجزیاتی مطالعہ

Role of Imam-e-Azam in the establishment of Islamic State (an Analytical Study)

Dr Muhammad Zia ullah
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, DHA, Lahore:zianoorani@gmail.com
Dr Mahmood Ahmad
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA & E, DHA, Lahore:muftimehmoodahmad@gmail.com
Syed Ikram Mohai ud din Shah
M.Phil scholar NCBA&E Lahoreshahikram84@gmail.com

Abstract

In the establishment of an Islamic state, the role of Imam Azam Abu Hanifa holds significant importance. Abu Hanifa, a renowned Islamic jurist and scholar, contributes to the formation of a just and principled governance system based on Islamic teachings. His legal and ethical insights serve as a foundation for the development of a harmonious society, emphasizing justice, equality, and adherence to Islamic law. Abu Hanifa's role extends to providing guidance on matters of governance, economy, and social justice within the framework of Islamic principles. His pragmatic approach to jurisprudence and commitment to rational interpretation make his teachings relevant for contemporary challenges in the establishment of an Islamic state. The influence of Imam Azam Abu Hanifa in shaping the ethical and legal dimensions of governance highlights his enduring impact on the foundations of an Islamic state, emphasizing a balanced and inclusive approach to societal well-being.

Keywords: Justice and Equality, Islamic Law, Pragmatic Jurisprudence

آج دنیا کی ہر قوم اپنے دروازے اور کھڑکیاں دوسری قوموں کے لئے کھول دینے پر مجبور ہے آج کا دور محدودیت کا دور نہیں ہے۔ آج "عرف عام سے مراد عالمی عرف ہے اور آج کے معروضی حالات میں اب کسی بھی فیصلے اور اس کے اثرات کو مقید رکھنا ممکن نہیں ہے۔ انسانی سوسائٹی ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے اس مقام پر آگئی ہے جہاں فرد واحد کی بجائے پوری قوم اور کسی مخصوص قوم کی بجائے پوری انسانیت کے اجتماعی مفاد کو عزیز رکھے جانے رجحان کا پیدا ہوا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں کسی بھی طرح کے امتیازی قوانین کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔ اس لئے دور حاضر کے ارباب فکر و دانش کا فرض ہے کہ وہ فقہ حنفی میں عرف عام استحسان، مصالح مرسلہ استصحاب حال و غیرہ جیسے اصولوں کو آج کے معروضی حالات میں اس انداز میں استعمال کریں کہ نہ صرف فقہ حنفی کی آفاقیت ثابت ہو جائے بلکہ شریعت اسلامیہ کی اصل روح بھی سامنے آجائے۔ رفاہی ریاست کے قیام میں فقہ حنفی کا کردار ایک ایسا علمی موضوع ہے جس کی بہت سی جہتیں توجہ کے قابل ہیں۔ موضوع پر براہ راست گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رفاہی ریاست کے تصور پر مختصر گفتگو کرلی جائے۔ عصر حاضر میں رفاہی ریاست (welfare state) کے جس تصور سے ہم آگاہ ہیں اس کے تانتے مغربی فکر و فلسفہ سے ملے ہوئے ہیں اور ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ آج ہمیں اس کی عملی صورت صرف مغرب ہی میں نظر آتی ہے، تاہم اس حقیقت سے تاریخ کا ہر طالب علم آگاہ ہے کہ مغرب رفاہی ریاست کے جس تصور سے آج آگاہ ہوا ہے اس کی مکمل شکل اور عملی مثال ریاست مدینہ کی صورت میں چودہ صدیاں پہلے پیش کی جاچکی ہے، جس کے اولین سربراہ رسول اکرم تھے اور پھر خلافت راشدہ کے دور میں اس ریاست نے ادارہ جاتی تکمیل اور تنظیم کی سازی منازل طے کرلیں۔ اسلام کی تہذیبی خدمات میں ایک نمایاں خدمت انسانیت کی فلاح و بہبود کے کام کو مذہبی عبادت کا درجہ دینا ہے۔ یہ اعزاز بھی صرف اسلامی شریعت کو حاصل ہے کہ اس نے خالص روحانی کوتاہیوں کے ازالہ کے لیے بھی محتاجوں اور مساکین کو کھانا کھلانے کے عمل کو کفارہ کی حیثیت دی ہے۔ اسلام کی نظر میں انسان تو پھر انسان ہے یہاں تو بھوکے جانوروں کو چارہ ڈال دینا اور پیاسے جانوروں کو پانی پلا دینا بھی آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی میں خدمت علق اور رفاہ عامہ کی جس ترغیب کی ہمیں عملی مثالیں نظر آتی ہیں مدنی دور میں اس نے ایک معاشرتی اور اداراتی حیثیت اختیار کرلی۔ اسلامی ریاست کے پورے ڈھانچے پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی اولین ترجیح بلکہ ذمہ داری شہریوں کی فلاح و بہبود اور ان کی روزمرہ ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اسلامی ریاست کے چار بنیادی اصولوں کا ذکر کیا ہے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوة وآتوا الزکاة وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر[1]"

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر زمین میں حکومت دیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے"

غور کیا جائے تو نماز اسلام کے پورے روحانی نظام کی جڑ ہے اور زکوۃ سے نظام معاشرت کی بہبود اور بہتری وابستہ ہے۔ اسی وجہ سے مدنی ریاست میں اولین طور پر جس ادارے کو مستحکم کیا گیا وہ زکوۃ کا نظام ہے۔ زکوۃ اسلام کے نظام مالیات میں وہ سب سے بڑا ذریعہ ہے جس سے غرباء مساکین یتامی اور معاشرے کے دوسرے پسے ہوئے طبقات کی فلاح و بہبود وابستہ ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق (م ۱۳ھ) کے عہد خلافت میں جب کچھ لوگوں نے زکوۃ روک لینے کا عندیہ ظاہر کیا تو چونکہ اس عمل سے ریاست کی اتھارٹی کے علاوہ رفاہ عامہ کے پورے نظام کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے ایسے لوگوں کے خلاف بلا جھجک اعلان جہاد فرمایا۔ خلافت راشدہ کے پورے دور کا بہترین تعارف یہی ہے کہ اس میں لوگوں کو بے لاگ عدل وانصاف میسر تھا اور پسے ہوئے طبقے کی آخری امید اسی نظام سے وابستہ تھی۔ مدنی ریاست ایک مکمل رفاہی ریاست تھی، جس نے خلافت راشدہ کے مختلف ادوار میں اپنے ارتقاء کی ساری منزلیں طے کر کے آنے والے دور کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت اختیار کر لی۔ خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ سے ملوکیت کے جس دور کا آغاز ہوا اس میں بہت جلد وہ تمام خرابیاں در آئیں جو مطلق العنان حکومتوں کا طرہ امتیاز ہیں۔ بنوامیہ کے طرز حکمرانی نے عوامی سطح پر اس تاثر کو پختہ کیا کہ حکومت کے جملہ اقدامات کا مقصد اپنے اقتدار کا تحفظ اور مخصوص طبقہ کے مفادات کی پاسداری ہے۔ اور حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ طبقہ عوام سے زیادہ سے زیادہ ٹیکس جمع کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کرے۔ ہمارے سامنے اس طرز فکر کی بدترین اور انتہائی شکل یہ ہے کہ عہد بنی امیہ میں جب بعض علاقوں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ جزیہ کی ادائیگی سے بری الذمہ ہو گئے اور نتیجے کے طور پر ان علاقوں کی آمدنی میں خاطر خواہ کمی ہوئی تو نومسلموں پر جزیہ عائد کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا، بالآخر اس سلسلے کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ختم فرمایا۔[2]

---

[1] سورۃ الحج، 41،22

Sûrah al-Ḥajj, 41:22

[2] گیلانی، مناظر احسن، مولانا حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی (تاشر یفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۳ء)، ص ۴۴

Gilani, Manâzir Ahsan, Mawlana Hazrat Imam Abu Hanifa Ki Siyasi Zindagi (Tā Sharīfīs Academy, Karachi 1983), p. 44

امام ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ) نے ملوکیت کے اس دور میں آنکھ کھولی جب بیت المال کی حیثیت حکمرانوں کے ذاتی خزانے کی تھی، حکومتی جبر کے نتیجے میں اظہار رائے کی آزادی ایک بھولی بسری داستان معلوم ہو رہی تھی اور عدلیہ جو لوگوں کی امیدوں کا آخری مرکز ہوا کرتی ہے محض ارباب بست وکشاد کے گھر کی لونڈی بن کر رہ گئی تھی۔ خلافت راشدہ کے دور میں لوگ رفاہی ریاست کے جس تصور سے متعارف ہوئے تھے وہ گہنا چکا تھا۔امام ابو حنیفہ کو بنوامیہ کی حکمرانی کے آخری دور اور بنو عباس کی حکمرانی کے ابتدائی سالوں کا بھرپور تنقیدی جائزہ لینے کا موقع میسر آیا اور یہی آپ کے علمی شباب کا دور بھی ہے جب تحصیل علم کے بعد آپ اپنے استاذ محترم حماد بن ابی سلیمان (م ۲۰ھ) کے انتقال کے بعد مسند تدریس پر براجمان ہو چکے تھے۔امام ابو حنیفہ کے نتائج فکر کا اصل سر چشمہ امام حماد بن ابی سلیمان علقمہ بن قیس النخعی (م ۲۲ھ) اور ابراہیم النخعی کے واسطہ سے حضرت عمر (م ۲۳ھ) حضرت علی (م ۴۰ھ) حضرت عبداللہ ابن مسعود (۳۲ھ) اور عبداللہ ابن عباس (م ۶۸ھ) کے فتاوی اور اجتہادی افکار ہیں۔ یہ چاروں صحابہ فقہ حنفی کے ستون ہیں امام ابو حنیفہ ان ہی اساطین علم کے علمی وارث ہیں۔اسلامی ریاست کی اپنی اصل شکل میں بحالی کے لئے امام ابو حنیفہ عملی کوششوں کو اسی علمی اور فکری پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔رفاہی ریاست کے قیام میں امام ابو حنیفہ افقہ حنفی کے کردار اور خدمات کا جائزہ لینے کے لیے جو پہلو خاص طور توجہ کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں:

1۔امام ابو حنیفہ کا ذاتی کردار اور طرز عمل

2۔ حنفی دستور کے اصول ومبادی

3۔ حنفی قضاۃ کے عدالتی فیصلے اور فتاوی

عوامی فلاح وبہبود کا تصور جن ریاستی اداروں سے وابستہ ہے ان میں عدلیہ اور بیت المال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ریاست کے بنیادی فرائض میں عدل وانصاف کی فراہمی اور محروم طبقات کی فلاح وبہبود سر فہرست ہے لیکن رفاہ اور فلاح کا کوئی بھی تصور حریت فکر کا متبادل نہیں اس لئے امام ابو حنیفہ آزادی اظہار رائے کے زبردست داعی تھے۔امام ابو حنیفہ کے ذاتی کردار اور سیاسی وژن سے جو حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہیں وہ یہ ہے کہ چونکہ مدنی ریاست ہی ان کا رول ماڈل ہے اس لئے وہ اس سے کم پر کسی صورت راضی نہیں ہیں۔ایک ایسے دور میں جب ابو جعفر منصور کو ملک میں مختلف بغاوتوں اور شورشوں کے واضح آثار نظر آرہے تھے اس نے اپنی حکومت کو شرعی اعتبار بخشنے کے لئے مدینہ سے امام مالک اور ابن ابی ذئب اور کوفہ سے امام ابو حنیفہ کو طلب کیا، لیکن امام ابو حنیفہ نے ہر طرح کے خطرات سے بے پرواہو کر ابو جعفر کو سمجھانا شروع کیا" دیکھو تم نے خلافت کی باگ اپنے ہاتھ میں اس وقت سنبھالی ہے جب مسلمانوں میں فتوی دینے کی اہلیت جن لوگوں میں ہے ان میں سے دو آدمی بھی تمہاری خلافت پر متفق نہیں ہوئے تھے

اور تم جانتے ہو کہ خلافت ایک ایسا مسئلہ ہے جسے مسلمانوں کا اجماع ہی طے کر سکتا ہے ان کے مشورے سے ہی خلیفہ منتخب ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو بکر کی مثال تمہارے سامنے ہے چھ مہینے تک انہوں نے اپنے آپ کو حکومت کرنے سے روکے رکھا جب تک کہ یمن کے مسلمانوں کی بیعت کی خبر ان تک نہ پہنچی۔[3]

امام صاحب کی نظر میں اگر خلیفہ کے چناؤ میں شوریٰ اور رائے عامہ کی آزادی کے اصول کو مد نظر نہ رکھا جائے تو وہ خلافت نہیں ملوکیت اور بادشاہت ہے اور بادشاہت کبھی خرابیوں سے پاک نہیں ہو سکتی اور اس طرح کی حکومتوں میں بیت المال کا جو ناجائز استعمال ہوا ہے اس سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے یہی وجہ ہے کہ امام صاحب نے حکمرانوں کے تحائف اور ہدایا کو قبول کرنے سے ہمیشہ احتزاز کیا۔ایک موقع پر جب ابو جعفر منصور نے امام کو زبردستی ہدیہ دینا چاہا تو آپ نے فرمایا:

"امیر المؤمنین اگر ذاتی مال سے مجھے کچھ دیتے ہو شاید میں قبول بھی کر لیتا لیکن یہ جو کچھ آپ مجھے دے رہے ہیں یہ تو مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ ہے جس کا میں اپنے آپ اپ کو کسی صورت بھی مستحق نہیں پاتا میں نہ ہی بھوکا ننگا محتاج فقیر ہوں اگر یہ صورت ہوتی تو فقیروں کی مد سے شاید میرے لئے کچھ لے لینا جائز ہوتا اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے دشمنوں سے لڑتے ہیں اگر میر تعلق فوجیوں سے ہوتا تو اس وقت بھی اس مد سے لے سکتا تھا جس مد سے سپاہیوں کو امداد ملتی ہے۔ میرا تعلق جب نہ اس گروہ سے ہے اور نہ اس طبقے سے تو آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس رقم کو میں کس بنیاد پر لوں"[4] .ابو جعفر امام صاحب کے استدلال کا بھلا کیا جواب دے سکتا تھا لیکن آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں خلیفہ کو آگاہ کیا کہ بیت المال کے صحیح مصارف کیا ہیں اور وہ جس طرح کی غلط بخششیوں سے کام لے رہا ہے اس کا اسلامی ریاست کے سربراہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیت المال کو اپنی صوابدید سے خرچ کرے۔ بادشاہت کی یہی وہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر وسائل دستیاب ہوں اور کامیابی کی امید ہو تو ایسے غیر شرعی حکمران کے خلاف خروج فرض۔ہے۔ فقہ حنفی کے اصول کے مطابق شرعی حاکم کا تقرر اسلام کے اہم واجبات میں سے ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسلامی ریاست کے قیام

---

[3] الکردی، حافظ الدین، الامام، مناقب ابی حنیفہ (ناشر دار الکتاب العربی بیروت، لبنان ۱۹۸۱ء) ۲/۲۹۶
Al-Kurdī, Ḥāfiẓ al-Dīn, Al-Imām, Manāqib Abī Ḥanīfah (Nāshir Dār al-Kutub al-ʿArabī Bayrūt, Lubnān 1981), 296/2

[4] الموفق بن احمد المکی، مناقب ابی حنیفہ (ناشر دار الکتاب العربی بیروت لبنان ۱۹۸۱ء)، ۱/۱۹۱
Al-Mawfūq bin Aḥmad al-Makkī, Manāqib Abī Ḥanīfah (Nāshir Dār al-Kutub al-ʿArabī Bayrūt Lubnān 1981), 191/1

کی کوشش حج جیسی عبادت سے بھی افضل ہے۔[5] حنفی فقہ کی کتابوں میں "کتاب القاضی کے نام سے ایک مستقل موضوع ہے۔ جس میں تفصیلی طور پر ان تمام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق حاکم شرعی کے حقوق و شرائط تقرری و برخانگی وغیرہ کے کے اصولوں سے ہے اور ان تمام اصولوں کی پاسداری سے ہی رفاہی ریاست کا تصور وابستہ ہے۔ اہل ہے علم آگاہ ہیں کہ اس معاملے میں محدثین کی رائے میں امیر بالاستیلاء کی اطاعت بھی شرعی حاکم کی طرح لازم ہے جبکہ امام صاحب کی رائے اس سے بالکل مختلف ہے۔[6] یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ پہلے بنو امیہ کے خلاف امام حسین کے پوتے زید بن علی (م ۱۲۰ھ) کے حامی رہے۔ اور بعد ازاں بنی عباس کے خلاف محمد نفس زکیہ (م ۱۴۵ھ) کے خروج کے موقع پر خود اس تحریک میں طور پر شریک رہے۔[7]

رفاہی ریاست کا ایک انتہائی اہم ستون آزاد عدلیہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کی زندگی میں دوسری قابل توجہ چیز یہ ہے کہ آپ عدلیہ کی اس آزادانہ حیثیت کے زبردست داعی تھے جس کا مثالی نمونہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں نظر آتا ہے۔ اس تحریک کی صحیح قدر و قیمت وہی شخص جان سکتا ہے جس کی اس دور کے عدالتی نظام پر گہری نظر ہو۔ یہ آپ کی ہمہ گیر تحریک کا نتیجہ ہی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب عدلیہ محض حکمرانوں کی من مانیوں کو جواز کے دلائل فراہم کرنے کا فریضہ ادا کر رہی تھی۔ آپ نے ایک متن کی حیثیت سے فقہ حنفی کی صورت میں امت کو ایسے اصول دیے جن کے بغیر معاشرتی استحکام، رائے عامہ کا اطمینان اور رفاہی ریاست کا تصور ممکن ہی نہیں اور مزید یہ کہ آپ نے اپنے شاگردوں کی اس انداز میں تربیت فرمائی کہ عدالتی نظام کو چلانے کے لئے وہ حکمرانوں کی ضرورت بن گئے۔ کوفہ کے معروف قاضی ابن ابی لیلی کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے ساتھ علمی معرکوں کا اگر بایک یہیں سے جائزہ لیا جائے تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ان علمی معرکہ آرائیوں سے امام صاحب کا مقصود کسی عہدہ کا حصول یا ذاتی تشہیر نہ تھی بلکہ آپ اس طریقے سے حکومت کے پورے عدالتی نظام کو چیلنج کر رہے تھے۔ لوگوں میں پیدا ہونے والے جھگڑوں اور

---

[5] گیلانی، مناظر احسن، مولانا حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی (تاشریفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۳ء) ص:344

Gilani, Manâzir Ahsan, Mawlana Hazrat Imam Abu Hanifa Ki Siyasi Zindagi (Tā Sharīfīs Academy, Karachi 1983), p. 344

[6] گیلانی، مناظر احسن، مولانا حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی (ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۳ء) ص:۱۷۱

Gilani, Manâzir Ahsan, Mawlana Hazrat Imam Abu Hanifa Ki Siyasi Zindagi (Tā Sharīfīs Academy, Karachi 1983), p. 171

[7] ایضاص: ۳۴۳۱۵۱

Ibid., p. 343, 151.

لڑائیوں کا درست فیصلہ ہی اصل حکومت ہے اس لئے امام ابو حنیفہ عدلیہ پر تنقید کے ذریعے ارباب اقتدار کو اس طرف متوجہ کر رہے تھے کہ جب تمہارا عدالتی نظام ہی لوگوں کو انصاف مہیا کرنے سے عاجز ہے تو تمہیں حکمرانی کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ صورت حال یہ تھی کہ ایک طرف عدلیہ ادارے کی حیثیت سے اپنی آزادانہ حیثیت کھو چکی تھی اور دوسری طرف مختلف شہروں میں قضاۃ ایک ہی طرح کے مقدمات میں بالکل متضاد فیصلے کر رہے تھے۔ آزادی اظہار رائے پر پابندی، محکوم عدلیہ اور بیت المال کا ناجائز استعمال وہ بنیادی وجوہ ہیں جن کی بنا پر امام ابو حنیفہ بنوامیہ کی طرح بنو عباس کی خلافت کو بھی شرعی خلافت نہیں سمجھتے تھے۔ امام صاحب چونکہ بنوامیہ کی طرح بنو عباس کے خلاف بھی برسرپیکار رہے تھے اس لیے عباسی خلفاء نے بھی فقہ حنفی کو نظر انداز کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ ابو جعفر منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) اور ہارون الرشید (۱۷۰-۱۹۳ھ) وغیرہ نے امام ابو حنیفہ کی فکر کے بالمقابل امام مالک (م ۱۷۹ھ) کو کھڑا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن امام مالک نے حکومتی سرپرستی میں اپنی رائے کے نفاذ کو پسند نہ فرمایا۔[8]

ہارون الرشید نے مدینہ کے عظیم فقیہ حضرت سفیان بن عینیہ (۱۹۸۴ھ) کی تمام کتب بھی بغداد منگوا کر چاہا کہ ان کے علوم پر سلطنت کے انتظام و انصرام کی بنیاد رکھی جائے لیکن مقصد پورا نہ ہوا۔ امام ابو حنیفہ نے جس عرق ریزی سے مصلحت عامہ پر مبنی فقہی اصول مرتب کیے تھے اور حنفی فقہ نے جس طرح عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر لی تھی اس کی وجہ سے عباسی خلفاء کے پاس بجز فقہ حنفی کے کوئی دوسرا متبادل نہ تھا حالات کا یہی وہ رخ تھا جس کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہ نے اپنے تربیت یافتہ تقریباً ایک ہزار تلامذہ کو خصوصی دعوت پر کوفہ کی جامع مسجد میں طلب کیا اور ان کے سامنے ایک تاریخی خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میں فقہ (اسلامی قانون) کی زین تم لوگوں کے لیے کس کر تیار کر چکا ہوں۔ اس کے منہ پر تمہارے لیے لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔ اب تمہارا جس وقت جی چاہے اس پر سوار ہو سکتے ہو میں نے ایک ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے اور اسی پر چلیں گے۔ تمہارے ایک ایک لفظ کو لوگ تلاش کریں گے۔ میں نے گردنوں کو تمہارے لیے جھکا دیا اور ہموار کر دیا ہے۔

---

[8] الشعرانی، عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد، المیزان الکبری الشعرانیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۹۹۸ء (۱/۵۲
Āl-Shuʿarānī, ʿAbd al-Wahhāb bin Aḥmad bin ʿAlī bin Aḥmad, Al-Mīzān al-Kubrā Al-Shuʿarānīyah, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah Bayrūt Lubnān 1998, 52/1

پھر آپ نے اپنے خاص چالیس شاگردوں کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: اب وقت آگیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں گے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم (چالیس) میں ہر ایک عہدہ قضاء کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے اور دس آدمی تو تم میں ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت وتادیب کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں"۔[9]

اگرچہ امام ابو حنیفہ بنی عباس کے انداز حکمرانی کے سخت خلاف تھے اس لیے اپنی ذات کی حد تک آپ نے ان حکومتوں میں کسی بھی طرح کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا تاہم آپ دستیاب مواقع کو ضائع کرنے کے حق میں بھی نہ تھے۔ آپ کی اس حکمت عملی کے نتائج بھی بہت جلد سامنے آنا شروع ہو گئے۔ آپ کی ذاتی قربانی آپ کے شاگردوں کے لئے تابندہ مثال بن گئی۔ ایک وقت وہ تھا جب قاضی شریک کو صرف اس لئے عہدہ قضاء سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے کہ انہوں نے خلیفہ کی ایک لونڈی کے خلاف فیصلہ سنایا تھا۔[10]

اور اب وہ وقت ہے کہ ایک قاضی بے خوف وخطر ہو کر خلیفہ کے خلاف فیصلہ کر رہا ہے۔[11]

ایک وقت وہ ہے کہ جب خلیفہ اعلان کر رہا ہے کہ خبردار اگر کسی نے مجھے اتق اللہ کہنے کی جسارت کی اور اب تبدیلی کا یہ منظر بھی ہے کہ قاضی ابو یوسف خلیفہ کی فرمائش پر کتاب الخراج رقم فرماتے ہیں تو اس میں پہلے خلیفہ کو پند و نصائح سے نوازتے۔[12] اور پھر محاصل کے پورے نظام کو اس اسلوب میں بیان کرتے ہیں جس میں حکومت کا مقصد ہی یہ ٹھہرتا ہے کہ وہ مفاد عامہ اور لوگوں کی سہولت کو ہر نفع پر ترجیح دے۔

---

[9] الزیلی، محرم بن محمد، مناقب ابی حنیفہ، (دار المکتبی، دمشق 2016)، 2، ص:355
Al-Zaylī, Maḥram bin Muḥammad, Manāqib Abī Ḥanīfah, (Dār al-Maktibī, Dimashq 2016), 2, p. 355

[10] گیلانی، مناظر احسن، مولانا حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی (تاشر یفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۳ء) ص54، 55
Gilani, Manâzir Ahsan, Mawlana Hazrat Imam Abu Hanifa Ki Siyasi Zindagi (Tā Sharīfīs Academy, Karachi 1983), p. 55, 54

[11] ایضا، ص، 205
Ibid., p. 205.

[12] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، قاضی، کتاب الخراج (مطیع وسن ندارد)، ص، ۳
Abū Yūsuf, Yaʿqūb bin Ibrāhīm, Qāḍī, Kitāb al-Kharāj (Muṭīʿ wa San Nadārad), p. 3

رفاہی ریاست اور فقہ حنفی کے اصول ومبادی:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ کا محور پانچ امور ہیں۔ یہ امور انسان کا نفس، دین، عقل مال اور نسل ہیں۔[13]

انسان کی دنیاوی اور اخروی حیات اور اس کی بقا کا دار ومدار انہیں پانچ چیزوں پر ہیں۔ اس لئے ان پانچ امور کے مصالح ومفاسد کا حصول ودفعیہ ہی اسلامی قانون کا مقصد ہے جسے فقہاء کی اصطلاح میں " مقاصد شریعہ " کہا جاتا ہے۔ فقہاء نے اسلامی احکام کے دینی مقاصد ومصالح کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ اسلام کا پورا نظام چونکہ انسانی فطرت کے موافق ہے جس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اسلام کے اجتہادی اصول بھی فطرت کے قریب تر ہوں اس سے انسان کے لئے آسانی اور سہولت کا امکان پیدا ہوگا۔ اس نقطہ نظر سے اگر فقہ حنفی کے ان اجتہادی اصول وقواعد کا جائزہ لیا جائے جن کا تعلق رفاہی ریاست کے قیام سے ہے تو صاف محسوس کیا جا سکتا ہے کہ ان میں انسانی ضروریات وحاجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سہولت اور آسانی کے پہلو کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

دیگر ائمہ کی نسبت امام ابو حنیفہ نے فقہ کی جو تعریف کی ہے اس میں زیادہ وسعت اور گہرائی ہے۔ امام صاحب نے اپنی فقہ کی بنیاد "معرفۃ النفس مالھا وما علیھا"[14] پر رکھی ہے۔ اس تعریف کی رو سے امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ اصول وقواعد صرف انسان کے ظاہری افعال تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس میں عبادات، معاملات اور مناکحات وغیرہ سے آگے بڑھ کر انسان کے نفسیاتی اعتقادی سیاسی اور بین الاقوامی امور تک شامل ہیں۔ فقہ حنفی کی یہی وسعت اور جامعیت اس کی مقبولیت کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت خواہ کسی بھی مسلک سے متعلق رہی ہو احکام سلطانیہ اور سیاسی امور کی انجام دہی میں عموماً حنفی فقہ ہی کی پیروی کی جاتی رہی ہے۔

---

[13] لشاطبی، ابو اسحاق، ابراہیم بن موسیٰ م، الموافقات فی اصول الاحکام (المطبعۃ السلفیہ، بمصر ۱۳۴۱ ھ) ص، ۱۵، ج: ۱
Lashāṭibī, Abū Isḥāq, Ibrāhīm bin Mūsā M, Al-Mawāfīqāt Fī Uṣūl al-Aḥkām (Al-Maṭbaʿah al-Salafīyah, bi-Miṣr 51341), p. 15, vol. 1

[14] صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح مع التلویح (نور محمد اصح، المطابع، کراچی ۱۴۰۰ھ) ج: ۱: ص ۲۲
Ṣadr al-Sharīʿah, ʿUbayd Allāh bin Masʿūd, Al-Tawdīḥ Maʿa al-Talwīḥ (Nūr Muḥammad Aṣḥar, al-Maṭābiʿ, Karachi 1400 AH), vol. 1, p. 22

عرف وتعامل کا اصول:

ہماری رائے میں فقہ حنفی کے وہ تمام اصول و قواعد جن کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہے وہ رفاہی ریاست کے قیام کے بھی بنیادی اصول ہیں۔ کیونکہ انسان کی معاشرتی زندگی کے تحفظ کے بغیر رفاہی ریاست کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ فقہ حنفی میں معاشرتی زندگی میں رسم ورواج ضرورت وحاجات اور اجتماعی متقادات کے ساتھ ایک حد تک ہر انسان کے قول وفعل کو بھی قانونی تحفظ دیا گیا ہے۔امام ابو حنیفہ نے عرف اور تعامل کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا یہی وجہ ہے کہ حنفی اصولوں کے تحت حلال و حرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے حتی الامکان عامۃ الناس کے معاملات کو درست قرار دیا گیا ہے بلکہ ان امور میں اس وقت تک عوام کی موافقت کی جائے گی جب تک ان کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل متحقق نہ ہو۔ عرف و تعامل کے اعتبار سے جہاں احناف کے ہاں بہت سے معاشرتی مسائل حل ہوتے ہیں وہاں اس سے انسانی قدروں کے احترام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔اس سے انسان کے بطور انسان مسلمان ہو یا کافر عالم ہو یا جاہل کے قول و فعل کو تحفظ اور مجموعی انسانی معاشرے کو معاشرتی

امور میں ایک طرح سے مقنن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔احترام انسانیت کا اصول احترام انسانیت حنفی فقہ کا ایک اہم اصول ہے اور فقہ حنفی میں بہت سے اہم فیصلوں کی بنیاد محض احترام انسانیت ہے۔ مثلا: آزاد عورت کے مہر کے مسئلے میں دیگر ائمہ کے برعکس امام ابو حنیفہ کا خصوصی موقف یہ ہے کہ اس کے مہر کا گراں قدر ہونا شرعی حق ہے جس میں کسی انسان کو بلکہ خود عورت کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں۔ یہ بھی فقہ حنفی ہی کا اصول ہے :

"لا رضا مع الاضرار"

کسی ولی یا خود عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بغیر مہر یا شرعی مقدار سے کم یا مہر میں مال کے بغیر کسی اور شرط پر نکاح کر سکے۔اس اصول کی بنا پر فقہ حنفی میں چوری میں قطع ید کو بھی ایک حد تک گراں قدر مال کی چوری سے مشروط کیا گیا ہے احترام انسانیت کے اس اصول کی بنیاد پر فقہ حنفی میں معمولی چیز کی چوری پر قطع ید کی ممانعت کی گئی ہے۔[15]

انسانی اکرام و احترام کو دستور قرار دیتے ہوئے امام صاحب نے جہاد میں گھوڑے کی شرکت پر غنیمت میں سے گھوڑے کے لئے مجاہد کے مقابلے میں دوگنا حصے کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے مقابلے میں حیوان کو

---

[15] المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ، کتاب الحدود، باب، مایقطع فیہ ومالا یقطع، ۱۴۱/۴۰
Al-Marghīnānī, Abū al-Ḥasan ʿAlī bin Abī Bakr al-Marghīnānī, Al-Hidāyah Kitāb al-Ḥudūd, Bāb, Mā Yaqṭaʿ Fīhī wa Mā Lā Yaqṭaʿ, 141/40

کسی بھی صورت میں اعزاز نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس سے انسانی احترام و اکرام کا دستور متاثر ہوتا ہے۔[16] انسانی احترام اور وقار کی پاسداری کو مغرب نے جو اہمیت آج دی ہے امام صاحب نے تیرہ سو سال قبل ہی اس کی اہمیت واضح کر دی تھی۔ امام صاحب کے مسلک کے مطابق امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) زمینداری کی اس قسم کو حرام قرار دیتے ہیں کہ جس میں حکومت کاشتکاروں سے مال گزاری وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو زمیندار بنا کر بٹھا دیتی ہے اور عملاً اسے یہ اختیار دے دیتی ہے کہ حکومت کا لگان ادا کرنے کے بعد باقی جو کچھ چاہے اور جس طرح چاہئے کاشتکاروں سے وصول کیا جائے۔[17] وہ کہتے ہیں کہ زمین کا عطیہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ غیر آباد اور غیر مملوکہ زمین کو آباد کاری کی نیت سے معقول حد کے اندر دیا جائے۔ اس طرح کا عطیہ جس شخص کو دیا جائے اگر تین سال تک وہ شخص اس کو آباد نہ کرے تو اس سے واپس لے لینا چاہئے۔[18]

اگر زمینوں کی تقسیم کے اس ایک اصول کو ہی اپنا لیا جائے تو نہ صرف جاگیر داری نظام کو لگام دی جا سکتی ہے بلکہ اس نظام سے وابستہ بہت سی خرابیوں پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ فقہ حنفی دراصل انسان کے فطری تقاضوں اور ضروریات کی مدون شکل ہے اور ظاہر ہے کہ جو دستور فطری تقاضوں اور ضروریات سے ہم آہنگ ہو گا وہی دنیا میں شائع ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے۔

اسلامی، رفاہی ریاست اور اقلیتیں:

اسلامی ریاست صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے لئے بھی ایک مکمل رفاہی ریاست ہے۔ حنفی دستور کے مطابق اقلیتوں کو جو رعایتیں اور حقوق اسلامی حکومت میں حاصل ہیں وہ آزادی کے اس موجودہ دور میں بھی شاید کو ہر جگہ میسر نہ ہوں۔ شراب و سور جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہیں لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے ذمی بھائی کی ان چیزوں کو تلف کر دے تو حاکم اس پر جرمانہ عائد کرے گا۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے

---

[16] المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ کتاب السیر باب الغنائم و قسمتھا، فصل فی کیفیۃ القسمۃ ۴/۲۳۲
Al-Marghīnānī, Abū al-Ḥasan ʿAlī bin Abī Bakr al-Marghīnānī, Al-Hidāyah Kitāb al-Sīr Bāb al-Ghanāʾim wa Qismatihā, Faṣl Fī Kayfīyah al-Qismah, 232/4

[17] المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ، کتاب السیر باب الغنائم و قسمتھا، فصل فی کیفیۃ القسمۃ ۱۴۴
Al-Marghīnānī, Abū al-Ḥasan ʿAlī bin Abī Bakr al-Marghīnānī, Al-Hidāyah Kitāb al-Kharāj, Faṣl fīman Tajab ʿAlayhi al-Jizyah, p. 114

[18] المرغینانی، الھدایہ، کتاب احیاء الموات، ۷/۲۵۴
Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Kitāb Aḥyāʾ al-Mawāt, 254/7

"واذا اتلف المسلم خمر الذمی او خنزیرہ ضمن فان اتلفهما لمسلم لم یضمن" [19]

"اگر کسی مسلمان نے ذمی کی شراب یا سور کا نقصان کر دیا تو اسے تاوان دینا ہو گا اور اگر یہ چیزیں کسی مسلمان کی تھیں تو پھر نہیں"۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ذمی دار الاسلام کا شہری بن جائے تو اب اس کی جان و مال بالکل محفوظ ہو گئے۔ احناف کے ہاں "النفس بالنفس" کے قرآنی حکم کو اصول کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔[20] جبکہ امام شافعی کے نزدیک مسلمان قاتل کو غیر مسلم (حربی) کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا۔[21] (۲۱) فقہ حنفی کے مطابق ذمی ہر قسم کی تجارت میں بالکل آزاد ہیں جس طرح مسلمانوں سے مال تجارت پر زکوۃ وصول کی جاتی ہے اسی طرح ذمیوں سے بھی ٹیکس وصول کیا جائے گا۔

اگر ذمی اپنے دینی مسائل اور عقائد میں باہمی نزاع یا اختلاف کریں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے گا وہ جانیں اور ان کا کام ان کو اپنے حقوق کا مقدمہ اپنے حاکموں کے پاس لیجانے سے نہ روکا جائے گا۔ ہاں اگر وہ اسلامی عدالتوں کی طرف رجوع کریں گے تو اس کا فیصلہ دستور اسلامی کی روشنی میں کیا جائے گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں اگر ذمی خفیہ طور پر بغاوت کا عزم رکھتے ہوں یا فرقہ وارانہ فساد بچاتے ہوں یا اپنی کوئی سیاسی جماعت تشکیل دے رہے ہوں تو وہ پھر عہد ذمہ سے خارج ہو جائیں گے۔ ان میں سے جو شخص نقض عہد کرے یا قانونی کی خلاف ورزی کرے تو اس کو دار الاسلام سے نکال دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر وہ کسی مسلمان عورت سے زنا کر بیٹھیں یا مسلمان کو کفر کی تبلیغ کریں یا جاسوسی کریں تو ان کو سخت ترین سزا تو دی جاسکتی ہے مگر حقوق شہریت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔[22] دیگر مذاہب کے مقابلے میں امام صاحب نے ذمیوں کے لئے جو دستور مرتب فرمایا ہے اس میں انہوں نے فیاضی سے زیادہ کام لیا ہے۔ غرضیکہ اسلامی حکومت میں ذمی ایک باعزت شہری کی طرح ہیں۔ یہی وجہ ہے اسلامی دور حکومت میں غیر مسلم کثیر تعداد میں

---

[19] المرجع السابق، کتاب الغصب، فصل فی غصب مالا یقتوم ۲/۵۲۳

Ibid., Kitab al-Ghasb, fasal fi Ghasab na la yaqtoom 2/523.

[20] المرجع السابق، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ ۸/۱۲

Ibid., Kitab al-Jina'at, Bab Ma Yujib al-Qisas wa Ma La Yujibahu 12/8.

[21] المرجع السابق، ۸/۱۳

Ibid., 13/8.

[22] المرغینانی، الھدایہ، کتاب الخراج، فصل فیمن تجب علیہ الجزیۃ، ص ۱۳۳

Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Kitab al-Kharaj,Fasal fi man tajibo alaihe alJizyah, p. 133.

اپنی حکومتوں سے منتقل ہو کر مسلمان حاکم کی رعایا بننے پر فخر محسوس کرتے تھے۔اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا کے لئے امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) نے حضرت عمر کے حوالہ سے تین اصول ذکر فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

1۔جو عہد بھی ان سے کیا گیا ہو اسے پورا کیا جائے۔

2۔ملک کے دفاع کی ذمہ داری ان پر نہیں مسلمانوں پر ہے۔

3۔ان کی طاقت سے زیادہ ان پر جزیہ اور خراج کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

پھر وہ فرماتے ہیں کہ مسکین، بوڑھے راہب، عبادت گاہوں کے کارکن، عورتیں بچے جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ذمیوں کے اموال مواشی وغیرہ پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے میں مارپیٹ وغیرہ سے کام لینا جائز نہیں ہے۔معذور اور محتاج ذمیوں کی پرورش حکومت کے خزانہ سے ہونی چاہئے۔[23]

حنفی قضاۃ کے فیصلے اور فتاوی/فقہ حنفی میں ارتقاء:

تمدن کا مسلسل ارتقاء اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں بھی تسلسل قائم رہے۔فقہائے احناف نے فقہ حنفی کے اصول و قواعد کی روشنی میں حالات اور زمانے کی رعایت اور عرف کی تبدیلی سے ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔خود مسلم حکمرانوں کو آئے روز جن قانونی موشگافیوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا اس کی بنا پر انھوں نے جدید فتاوی کے مرتب کرنے میں ہمیشہ فقہاء کی حوصلہ افزائی کی۔اس حوالے سے عباسی عہد خلافت کی عدالتی تاریخ اور نامور علماء کے فتاوی پر تنقیدی نظر ڈالنے سے اس دور میں فقہ حنفی میں ہونے والے ارتقائی سفر کو سمجھا جا سکتا ہے اور ان فیصلوں اور فتاوی میں مفاد عامہ کا جو تحفظ کیا گیا ہے اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

عباسی خلافت کی طرح برصغیر میں بھی فقہ حنفی ہی بطور قانون نافذ رہی ہے اس لئے برصغیر کے مسلم حکمرانوں کی تمام رفاہی کوششوں کے پیچھے بھی دراصل حنفی قانون ہی کو دیکھا جانا چاہیے۔فقہ حنفی کی جدید تدوین میں برصغیر کے مسلم حکمرانوں کا کردار بھی خصوصی دلچسپی کا موضوع ہے۔غیاث الدین بلبن نے ایک مجموعہ فتاوی مرتب کروایا جو اس دور کی عدالتی ضروریات کو پوری کر سکے یہ فتاوی غیاثیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔جلال الدین خلجی نے فتاوی قراخانی'' سلطان محمد تغلق کے عہد میں اس کے وزیر امیر تاتار خان کی توجہ سے شیخ فرید الدین عالم بن علاء نے

---

[23] ایضاً ص ۱۳۲

Ibid., p. 132.

فتاوی تاتار خانیہ مرتب کیا۔ قاضی احمد بن محمد نظام الدین جونپوری نے جونپور کے سلطان ابراہیم شرقی کی فرمائش پر " فتاوی ابراہیم شاہی مرتب کیا۔ ظہیر الدین بابر کے اصرار پر شیخ نورالدین خوافی نے ایک فتاوی مرتب کیا یہ مجموعہ فتاوی بابری کے نام سے مشہور ہے۔ بعد ازاں اورنگزیب نے علم فتاوی کو بام عروج تک پہنچادیا۔انہوں نے شیخ نظام الدین برہان پوری کی سربراہی میں اٹھائیس (۲۸) نامور فقہاء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے تقریباً آٹھ سال کے عرصہ میں عربی زبان میں ایک فتاوی مرتب کیا جو فتاوی عالمگیری کے نام سے متداول ہے۔ برصغیر کے حکمرانوں کا طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظر میں شریعت کی سب سے بہتر اور قابل عمل تعبیر وہی ہے جو فقہاء احناف نے کی ہے۔ بدقسمتی سے علم الفتاوی کا یہ ارتقائی سفر ہندوستان پر انگریز کے قبضہ کے بعد رک گیا اور اس کی جگہ انگریزی قانون نے لے لی اگرچہ انگریزی دور میں حنفی دستور کار ریاستی امور سے عمل دخل ختم ہو گیا لیکن اس کے باوجود عامتہ الناس ہر دور میں اپنے روزمرہ معاشرتی مسائل کے علاوہ سیاسی معاملات میں راہنمائی کے لئے علماء کی طرف ہی دیکھتے تھے۔ چنانچہ دور غلامی میں مرتب ہونے والے فتاوی میں بھی سیاسی امور کے بارے نئے حالات و واقعات کے تناظر میں حنفی علماء کی اجتہادی آراء کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ آخر میں ایہ گذارش کرنا چاہوں گا کہ مغرب کو ہماری نماز روزے اور حج وغیرہ جیسی عبادات سے قطعاً اختلاف نہیں ہے بلکہ اہل مغرب اسلام کی سیاسی واپسی اور خلافت کے احیاء سے خوف زدہ ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کے خلاف ان کے ہاتھ میں پروپیگنڈا کے لئے جو مواد ہے اس کا بنیادی ماخذ ہمارا قدیم فقہی ذخیرہ ہے جس کو بنیاد بنا کر ان کے لئے یہ کہنا آسان ہو جاتا کہ اگر سیاسی اسلام کی واپسی ہوئی تو عورتوں کو لونڈیاں بنالیا جائے گا، غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں ذمی کی حیثیت سے جزیہ ادا کر کے مخصوص لباس پہن کر ذلت آمیز زندگی گزارنا ہو گی، غیر مسلموں کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور ان کو اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہ ہو گی آزادی اظہار رائے پر پابندی ہو گی بلکہ ایسے شخص کو مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا جہادی کلچر پروان چڑھے گا اور دنیا لامتناہی جنگوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مغرب کے خدشات اور تحفظات کو سمجھیں اور امام ابو حنیفہ کے سیاسی وژن کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید اسلامی اور رفاہی ریاست کے خدو خال کو اس انداز میں واضح کریں کہ اسلام کے سیاسی نظام کی برکات نمایاں ہو کر سامنے آجائیں۔ ہماری رائے میں امام ابو حنیفہ کے قائم کردہ اصولوں کو جدید تناظر میں برتنے کی ضرورت ہے اور اجتہادی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے فقہائے امت کے فقہی تفردات سے بھی فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔

خلاصہ بحث:

امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اسلامی وار فاہی ریاست کے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والے فقیہ اور معروف علماء میں سے ایک تھے۔ انہوں نے عدلیہ، حکومتی نظام اور بیت المال کے اصولوں پر اپنے فقہی اصولوں کو مبنی کیا، جو مسلمانانہ معاشرت کو ایک نیک راہ میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے عدلیہ کے اصولوں کو مضبوط بنانے میں کردار ادا کیا۔ انہوں نے اسلامی قوانین اور اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے عدلیہ کو ایک مستقل اور منصف نظام بنانے کی کوشش کی۔ امام ابو حنیفہ نے حکومتی نظام کو اسلامی اصولوں پر مبنی کرنے میں مصروف رہے۔ انہوں نے حکومت کے زیرِ اہتمام مسلمانوں کی حقوق و ذمہ داریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک نیک مشرع حکومت کو بنانے کی کاوش کی۔ آج ہمیں امام ابو حنیفہ کے اصولوں سے یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ اسلامی اصولوں کو معاشرتی، قانونی اور معاشی حیثیت میں استعمال کرتے ہوئے ہم ایک نیک راہ میں ترقی اور امن کی راہ میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی طریقہ حکومت، عدلیہ اور مالی نظام میں مستقل اور ایمانداری سے اصولوں کو نافذ کرنے کی کوشش ہونے کا مظاہرہ ہے جو ہمیں ایک بہترین معاشرتی نظام کی راہ میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License